غیر مقلدین کے لئے سنہری موقع

بارہ ۱۲ مسائل

۲۰ لاکھ انعام

تالیف

مولانا منیر احمد ملتانی

ناشران

شمس الدین بجلی قاسمی، افتخار احمد قاسمی

لجنة العلماء کرناٹک

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

ترجمہ: ایک فقیہ زیادہ سخت ہے شیطان پر ہزار عابد سے (الحدیث)

غیر مقلدین کے لئے سنہری موقع

12 بارہ مسائل

20 لاکھ انعام

تالیف

مولانا منیر احمد ملتانی

ناشران

شمس الدین بجلی قاسمی، افتخار احمد قاسمی

لجنة العلماء کرناٹک

دیوبند کمپیوٹر اینڈ پرنٹرس (بالائی منزل) نزد چھتہ مسجد دیوبند Tel. 23916

فہرست مضامین

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم

آج پورا عالمِ اسلام ایسے لوگوں کے نرغے اور گھیرے میں ہے جو خود کو حدیث و قرآن کا دعویدار کہتے ہیں اور اپنے آپ کو دور حاضر کا سب سے بڑا فقیہہ اور مجتہد سمجھتے ہیں جن کے نزدیک صحابہ، تابعین و تبع تابعین، ائمہ و محدثین کی کوئی حیثیت و حقیقت نہیں ہے وہ بلا خوف وخطر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ کسی کی تقلید کی ضرورت ہی کیا ہے، ہم تو صرف قرآن وحدیث ہی کو اپنا رہبر و رہنما سمجھتے ہیں اور یہی قرآن جو تاجدار مدینہ ﷺ پر نازل ہوا اور یہی وہ احادیث جو اللہ کے نبی ﷺ نے بیان فرمائیں یا ان پر عمل کر کے دکھلایا وہی کافی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر آپ ان اکابر و اسلاف اور ائمہ محدثین کی تقلید سے انکار کرتے ہیں تو فرمایئے کیا یہ قرآن پاک آپ کے سامنے نازل ہوا یا احادیث نبویہ ﷺ آپ سامنے بیان کی گئیں یقیناً آپ مقلد ہیں اور آپ صحابہ اور صحابہ سے احادیث کو بیان کرنے والے رواۃ پر یقین رکھتے ہیں یہی تو وہ محسنینِ اسلام ہیں جنہوں نے صحابہ کو یا تاجدار مدینہ ﷺ کو عمل کرتے ہوئے دیکھا اور اس عمل کو اپنے لیے نمونہ سمجھا انہی کے ذریعے دین واسلام (قرآن وحدیث) کو سمجھا گیا یہی وہ اسلاف و اکابر و ائمہ وفقیہہ ہیں جن کے توسط سے امت کو مسائل شرعیہ سمجھنے کا موقع ملا۔

خیر آپ کی خدمت میں پیش ہیں وہ احادیث جن کو امام بخاری و امام مسلم اور امام ابوداؤد نیز ان کے خود معتبر محدثین نے نقل کیا ہے اور ان کے علماء اور مفتیان نے انہی

احادیث کو سامنے رکھ کر ان کو بہت سے کاموں سے روکا ہے اس لیے یہ ظاہری حدیث کے دعویدار ہیں جو جواب دہی سے کترا رہے ہیں۔

مؤلف موصوف نے حریص فی الدنیا والمال کے خواہشمندوں اور اس کتاب پر جواب دینے والوں کو اور اس کو غلط ثابت کرنے والوں کو انعام دینے کا اعلان بھی کیا ہے ضرورت ہے کہ غیر مقلدین جو صرف دعوی ہی دعوی کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کی پیروی کر کے اشاعت حق میں روڑے اٹکاتے ہیں وہ سامنے آئیں اور اپنے کو انعام کا حق دار قرار دیں اگر یہ سامنے نہیں آتے تو ہمارے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب دھوکہ باز ہیں اور اشاعت دین میں فریب کاری کرنے والے ہیں لہٰذا ان سے بچیں اور اپنے علاقہ کے مخلص علماء سے رابطہ قائم کر کے صحیح و درست مسائل پر عمل کریں اور اپنے لیے رضائے الٰہی کی راہ ہموار کرنے کی سعی کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں صحیح دین پر چلنا آسان فرمادے اور اپنی رضا ہمارے لیے مقدر کردے۔ آمین

ناشرانِ رسالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

بات چیت دینی مسئلہ میں ہو یا دنیوی مسئلہ میں اگر با اصول ہو تو مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور اگر بے اصول ہے تو غیر مفید، بے نتیجہ اور ضیاع وقت، اس لیے اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین کے درمیان نزاعی مسئلہ پر گفتگو سے قبل مناسب ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصول تحریر کر دیئے جائیں تاکہ جب بھی اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین کی نزاعی مسئلہ پر زبانی یا تحریری بات چیت کریں تو ہر فریق اپنے ان اصولوں کی پابندی کرے اور ان اصولوں کے اندر رہ کر گفتگو کرے۔

(۱) غیر مقلدین کے نزدیک صرف دو دلیلیں ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث۔ تیسری کوئی دلیل نہیں۔ ان کا دعویٰ اور نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا، فرمان رسول، غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں۔

برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ...... اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز (طریق محمدی ص 19 طبع لاہور)

(۲) غیر مقلدین کے نزدیک نبی ہو یا امتی کسی کی رائے و قیاس حجت و معتبر نہیں غیر مقلدین کے پیشوا جناب مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں "سنئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں" (طریق محمد ص 57 طبع لاہور) اور غیر مقلد عالم محمد ابوالحسن صاحب لکھتے ہیں قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے (الظفر المبین ص 14)

(۳) غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے غیر مقلدین کے عظیم محقق مولانا محمد ابوالحسن لکھتے ہیں ''اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے'' (الظفر المبین ص20) نیز غیر مقلد حضرات کے پیشوا مولانا محمد جونا گڑھی سوال وجواب کے عنوان سے ایک مسئلہ لکھتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

سوال: (۴۰) کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہو کر مراوہ یہ دعا نہ پڑھے رب اغفر لی ولوالدی

جواب: مشرکین کے لئے دعا مغفرت ناجائز ہے (سراج محمدی ۷۴ طبع لاہور) اور اسی سراج محمدی کے ص۱۲ پر نمایاں سرخی قائم کی ہے تقلید شرک ہے'' غیر مقلد محقق مولانا محمد ابوالحسن صاحب تقلید کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا یہ دریافت نہ کرنا کہ یہ حکم خدا اور اس کے پیغمبر کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ (الظفر المبین ص۱۵)

فائدہ نمبر ۱: چونکہ غیر مقلدین حضرات اپنے ان مذکورہ بالا تینوں اصولوں کا برملا اعلان واظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان اصولوں کو ثابت کرنے کے لیے کتب غیر مقلدین کے حوالہ جات کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ تاہم اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ ان کی چند معتبر کتابوں کے حوالے تحریر کر دئے ہیں۔

۲۹ / مارچ ۱۹۳۷ء کو غیر مقلدین حضرات نے آل انڈیا کانفرنس منعقد کی۔ جس میں مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے اہل حدیث کو علمی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ پیش کیا جو پہلے ہندوستان میں پھر بعد از تقسیم پاکستان میں ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' کے نام سے خود اہل حدیث حضرات نے شائع کیا اس کتاب میں جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ وہ ان کی معتبر جماعتی کتب ہیں اور جماعتی عقائد ومسائل کی حامل ہیں۔ ورنہ یہ حضرات ان کتابوں کو اہل حدیث کی علمی خدمات میں شمار نہ کرتے ہیں ہم نے جن کتب کا اوپر حوالہ دیا ہے ان میں سے الظفر المبین کا ہندوستان

میں علمی خدمات کے ص۶۰ پر اور طریق محمدی کا ص ۲۷ پر اور سراج محمدی کا ص ۶۹ پر اندراج ہے۔

فائدہ نمبر ۲: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات اپنے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راویوں کی بحث میں حدیث کے ضعف وصحت میں حدیث کی وضاحت وتشریح میں کسی امتی کا قول اور اس کی رائے پیش نہ کرسکیں گے۔ نیز قرآن کی آیت اور حدیث کا صرف ترجمہ کریں گے۔ وضاحت کے بہانے اس میں اپنی رائے شامل نہ کرسکیں گے۔ جب وہ حدیث کا ترجمہ کرکے اپنا مطلب کشید کرنے کے لیے اپنی تقریر شروع کردیں تو حقیقت میں وہ ان کی اپنی رائے ہوتی ہے لیکن یہ لوگ اپنی رائے کا نام حدیث رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحه الکتاب (بخاری ج۱ ص۱۰۴) کے بارے میں امام احمد اور سفیان بن عیینہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے یعنی منفرد کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین کے نزدیک مَنْ عام ہے۔ مقتدی منفرد وامام سب کو شامل ہے یہ ان کی رائے ہے اس عموم کی اللہ نے صراحت کی ہے نہ رسول اللہ ﷺ نے لیکن وہ اس کو حدیث کا نام دے دیتے ہیں۔ اس لیے جب وہ امتی کا قول پیش کریں۔ یا امتی کی رائے پیش کریں تو پہلے ان سے تقلیدی شرک اور قیاس والی شیطنت سے توبہ کرائیں پھر آگے بات چلائیں۔

اہل السنّت والجماعت کے اصول:۔

۱۔ اہل سنت والجماعت حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب کے نزدیک شرعی احکامات ثابت کرنے کے لیے چار دلیلیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع امت، قیاس شرعی یعنی شریعت کے بعض احکام کتاب اللہ سے ثابت ہیں۔ بعض سنت رسول ﷺ سے بعض اجماع سے جب کہ بعض قیاس شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیاس شرعی کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور حکم یا اجماعی حکم کے ضمن میں مخفی

ودستور قاعدہ کلیہ کو تلاش کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے حل کرنا اور اس کا حکم شرعی معلوم کرنا، مثلاً حدیث پاک میں ہے کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو غوطہ دے کر اس کو نکال دو اور کھانا کھالو۔ اگر کھانے میں مکوڑا، بھڑ، ٹڈی، مچھر، جگنو، وغیرہ گر جائیں تو کیا حکم ہے؟ چونکہ ان چیزوں کا حکم نہ کتاب وسنت میں ہے نہ اجماع سے ثابت ہے اس لیے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قیاس شرعی کے ذریعے ان کا حکم بتایا ہے۔ اس طور پر کہ انہوں نے مکھی کے بارے میں جو حکم منصوص ہے اس کے اندر غور کیا تو ان کو اس منصوص حکم کے ضمن میں ایک مخفی قاعدہ کلیہ مل گیا وہ یہ کہ مکھی کی وجہ سے کھانا اس لیے حرام وناپاک نہیں ہوتا کہ اس کی رگوں میں گردش کرنے والا خون موجود نہیں لہذا تمام ایسی چیزیں جن کی رگوں میں گردش کرنے والا خون نہیں ان کا حکم بھی مکھی والا ہوگا۔ یعنی ان کو نکال دو اور کھانے پینے کی چیزیں کھا پی لو۔ لیکن غوطہ دے کر نکالنا مکھی کی خصوصیت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء وہ گرتی ہے تو ہمیشہ بیماری والا پر پہلے ڈبوتی ہے لہذا انکالنے سے پہلے اس کو غوطہ دے دیا جائے تاکہ شفاء والا پر بھی ڈوب جائے جب کہ اس نوع کی باقی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لئے ان کو غوطہ دینے کی ضرورت نہیں سو قیاس شرعی سے مراد محض قیاس آرائی نہیں جیسا کہ غیر مقلدین حضرات نے سمجھ رکھا ہے اور اپنی اس کوتاہ یا کج فہمی کی بناء پر لوگوں کو قیاس کے حوالے سے مجتہدین وفقہاء سے متنفر کرنے کی روش اپنا رکھی ہے۔

۲- اہل سنت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے مثلاً ڈاکٹری مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینئرنگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں علم حدیث کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا البتہ یہ بات خوب سمجھی اور یاد رکھنی چاہئے کہ حدیث کی صحت وضعف کی دو قسمیں ہیں (۱) صحت وضعف بحسب السند (۲) صحت وضعف بحسب العمل یعنی جو حدیث معمول بہ ہے وہ صحیح ہے۔ اور جو حدیث متروک وغیر معمول بہ ہے وہ

ضعیف ہے اس معنیٰ میں امام اعظم ابوحنیفہ نے امام اوزاعی کے ساتھ رفع یدین کے مناظرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کو ضعیف کہا تھا اور امام مالک نے رفع یدین کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہا ہے (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱) ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث سنداً بالکل صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے۔ ان دو قسموں کو یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے صحت وضعف اسنادی اور صحت وضعف واقعی۔ اسی طرح ماہرین علم حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں محدثین اور مجتہدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضعف کس درجہ کا اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف وفرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں روای کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جب کہ مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور کی تحقیق کرتے ہیں۔

(۱) ثبوت وعدم ثبوت یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں۔ (۲) احادیث کے معانی کی تشریح وتوضیح (۳) حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک (۴) حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ مباح ہے یا مکروہ؟ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ یا حرام ہے؟ (۵) اس حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض وتضاد کو دور کرنا ان امور خمسہ کی تحقیق کے لئے ہر مجتہد کے اپنے اپنے اصول ہیں ہمارے امام ومجتہد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان امور کی تحقیق کے لئے اسناد کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی بنیاد بنایا ہے البتہ آثار صحابہ نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے کتاب وسنت سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں سے اور خداداد فقاہت فقہی مہارت اور نہایت اعلیٰ درجہ کی اجتہادی صلاحیت سے بھی کام لیا ہے پھر امام اعظم کے تلامذہ اور مابعد کے دیگر

فقہاء حنفیہ نے آثار تابعین وتبع تابعین کو بھی شامل کر لیا ہے پس امام اعظم اور ان کے ارشد تلامذہ امام ابو یوسف امام محمد وغیرہ کی تحقیق کے مطابق شرعی احکامات سے متعلق جو معمول بہا احادیث تھیں اور ان سے جو احکامات شرعیہ ثابت ہوتے تھے ان سب احکامات کو انہوں نے حسن ترتیب کے ساتھ کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب المیراث تک ابواب وار جمع کر دیا ہے احکامات شرعیہ کے اسی مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے۔ اب احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہ اور آثار تابعین وتبع تابعین کے روشنی ورہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ صحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں اگر چہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھدیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں اگر چہ محدثین ان کو سنداً صحیح قرار دیں سوال یہ ہے کہ پھر محدثین کی تحقیق سند کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے تا کہ کذاب اور وضاع لوگوں کو جھوٹی من گھڑت حدیثیں بنانے کی جراءت نہ ہو بس تحقیق سند کا خوف ان کے راستہ میں بڑی روکاوٹ ہے چنانچہ عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں اگر تحقیق سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو آدمی جو کچھ چاہتا وہ کہہ ڈالتا ہے (مسلم ص ۱۲)۔

حدیث کے صحت وضعف کے بارے میں مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کو ترجیح دینے اور مقدم سمجھے کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) ہر شعبہ سے متعلق مسئلہ میں اس شعبہ کے ماہرین کا فیصلہ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ محدثین کا شعبہ تحقیق سند ہے۔ جب کہ مجتہدین وفقہا کا شعبہ تحقیق عمل ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یہ حدیث زیر عمل آ سکتی ہے یا نہیں؟ مجتہدین کا کام ہے لہٰذا سند کی صحت وضعف میں محدثین کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ لیکن حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یعنی معیار عمل کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے یا ضعیف اس کے متعلق مجتہدین وفقہاء کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

(۲) اسناد کی تحقیق کے باوجود عمل بالحدیث کے لیے خود محدثین نے بھی مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے چنانچہ ہر محدث ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے۔ جیسا کہ غیر مقلد علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الحطہ فی صحاح ستہ میں مندرجہ ذیل محدثین کے فقہی وتقلیدی نسبت کی صراحت کی ہے، ملاحظہ فرمائے، امام بخاری شافعی ص ۲۸۱، امام مسلم شافعی ص ۲۲۸، امام نسائی شافعی ص ۲۹۳، امام ابوداؤد حنبلی وقیل شافعی ص ۲۸۸، شیخ جیلانی حنبلی ص ۳۰۰ ابن تیمیہ حنبلی ص ۱۶۸ ابن قیم حنبلی ص ۱۶۸، محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی ص ۱۶۷، صاحب مشکوٰۃ شافعی ص ۱۳۵ خطابی، نووی، بغوی، شافعی ص ۱۳۵، امام طحاوی حنفی ص ۱۳۵، امام ابن عبدالبر مالکی ص ۱۳۵، شیخ عبدالحق، خاندان ولی اللہی حنفی ص ۱۶۰ تا ۱۶۳، ابن بطال مالکی ص ۲۱۳ علامہ حلبی حنفی ص ۲۱۳، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم شافعی ص ۲۱۵ علامہ بدر الدین عینی حنفی ص ۲۱۶، علامہ زرکشی شافعی ص ۲۱۷، قاضی محبّ الدین احمد حنبلی ص ۲۱۸، حافظ ابن رجب حنبلی ص ۲۱۹، علامہ بلقینی شافعی ص ۲۱۹، علامہ ابن مرزوقی مالکی ص ۲۲۰، جلال الدین البکری شافعی ص ۲۲۰، علامہ قسطلانی شافعی ص ۲۲۲، ابن عربی مالکی ۲۲۴۔

(۳) محدثین کا سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اجتہادی ہوتا ہے۔ جس کی بنیا درواۃ کے تاریخی حالات ہوتے ہیں اور مجتہدین کا عمل بالحدیث کے اعتبار سے حدیث کے ضعف یا صحت کا فیصلہ بھی اجتہادی ہوتا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد آثار صحابہ وآثار تابعین وتبع تابعین ہوتے ہیں دیکھ لیجئے کس کے فیصلے کی بنیاد مضبوط ہے۔

(۴) خود محدثین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ ضروری نہیں کہ نفس الامر میں بھی صحیح ہو اور جس حدیث کو انہوں نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے (مقدمہ ابن صلاح ص ۸)

(۵) پھر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نے جن حدیثوں کو صحیح ومعمول بہ قرار دیا ہے۔

وہ ان کے زمانے تک سند کے اعتبار سے بالکل صحیح تھیں ان کے زمانے کے عرصہ بعد اگر نیچے آ کر ان میں سے بعض احادیث کی سندوں میں ضعف پیدا ہوگیا ہو تو اس بعد والے ضعف کی وجہ سے امام اعظم کا مسئلہ اور حدیث کی صحت کا فیصلہ متاثر نہ ہوگا۔ اور ہمارا اعتماد امام اعظم کے فیصلہ پر ہے۔ پس یہ بعد والا ضعف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ہمیں اس کے جواب دینے کی ضرورت ہے۔

۳- غیر مجتہدین کے لیے اجتہادی مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو ان کے نزدیک باقی مجتہدین کے مقابلہ میں زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقیوں کے درستی غالب ہے خواہ یہ اجتہادی مسئلہ حدیث کے ضعف وصحت کا ہو یا نماز روزہ وغیرہ کا شرعی مسئلہ ہو یا احادیث کے معانی کی تشریح ہو اور غیر مجتہدین کو نہ مجتہدین کی تحقیق پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ ہی ان کو مجتہدین کے مقابلہ میں جاہلانہ اجتہاد کی اجازت ہے بغیر اہلیت اجتہاد کے دعوی اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ عقل مند!

فائدہ:-

اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ مسائل جو کتاب وسنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا، مچھر، بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح روزے میں انجکشن وغیرہ۔ (۲) وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یدین، قراءۃ خلف الامام وغیرہ کے اثبات ونفی کی دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں (۳) وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمالات ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء اس میں لفظ قروء جمع ہے قرأی۔ قرءٌ کے معنیٰ لغت میں حیض بھی ہے اور طہر بھی امام شافعی نے طہر والا معنیٰ مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گذاریں جب کہ امام اعظم نے حیض والا معنیٰ مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گذاریں۔ غیر متجہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ

مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اس مجتہد کی تقلید کریں جو ان کے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے۔ اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے۔ اس کے علاوہ ان کے لیے عمل کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً!

غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب

غیر مقلدین سے گفتگو کے لیے چند آداب ہیں۔

(۱) چونکہ غیر مقلدین۔ حضرات امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہا کے بارے میں نہایت گستاخانہ اور مخاصمانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ جس کے رد عمل میں غصہ آ جانا غیر فطرتی نہیں ہے۔ لیکن غیر مقلیدین بعد میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ہم تو مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور وہ غصہ ہو جاتے ہیں۔ لڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس لیے سنی حضرات کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر ضبط پیدا کریں اور گفتگو کے دوران حلم اور وقار والی اپنی شان قائم رکھیں تا کہ آپ کے وقار میں فرق نہ آئے اور غیر مقلدین آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کر سکیں۔

(۲) گفتگو سے قبل رسالہ ہذا میں ہر مسئلہ کے اندر جو ان کا عمل وموقف لکھا گیا ہے ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ موقف طے کیے بغیر بات کرنا تضیع اوقات اور بے فائدہ ہے۔ اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے اس عمل وموقف کے غلط ہونے پر تحریر لیں اور دستخط کرائیں۔ پھر اس کے غلط ہونے پر صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں۔ اور متبادل صحیح موقف اور اپنا عمل تحریر کریں جب تک یہ مرحلہ طے نہ ہو جائے آگے بات نہ چلائیں اور اگر وہ اس عمل وموقف کو غلط لکھیں نہ اس کے غلط ہونے پر حدیث پیش کریں تو پھر اس عمل وموقف کے صحیح ہونے پر صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

(۳) غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے پہلے وہ ایک مسئلہ شروع کریں گے جب وہ اس کے کسی مرحلہ میں پھنس جائیں گے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ شروع کر دیں گے لیکن آپ اس کو دوسرے مسئلہ کی طرف نہ جانے دیں جب تک پہلا مسئلہ طے نہ ہو جائے۔ اس وقت تک دوسرا مسئلہ ہرگز شروع نہ کریں اور اگر وہ

شروع کر ہی دیں تو آپ ان کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ان کو اسی پہلے مسئلے کی طرف کھینچ کر لے آئیں۔

(۴) بے علم یا کم علم آدمی دلائل پیش کرنے کی بجائے شور مچا کر آواز اونچی کر کے تیز تیز بول کر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر غیر متعلقہ باتیں کرتا ہے یہی عادت غیر مقلدین کی ہے اس لیے غیر مقلد جتنا شور مچائے آپ حلم و وقار کے ساتھ سنتے رہیں جب وہ خاموش ہو تو زیر بحث موضوع پر آپ بات کریں اور وقت ضائع کرنے پر اس کو تنبیہ کریں۔ اور اس کی غیر متعلق باتوں کے جواب کے درپے نہ ہوں۔ اور اگر خاموش نہ ہو تو اس کے ساتھ وقت طے کر لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک پانچ پانچ منٹ بات کرے گا۔ اس ترتیب سے زیر غور مسئلہ پر بحث کو مکمل کریں۔

(۵) دانشمندوں کا قول ہے عالم کو قائل کرو دلائل سے اور جاہل کو قائل کرو سوال سے۔ دراصل عالم میں علم و شعور اور ذہنی وسعت ہوتی ہے۔ وہ دلائل کو سنے گا غور کرے گا تو مان جائے گا۔ بشرطیکہ مخلص ہو جب کہ جاہل آدمی شعور و آگہی سے خالی ہوتا ہے۔ اس میں دلائل کو سمجھنے اور سمجھ کر سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر سوال کیا جائے تا کہ وہ اپنے آپ کو عاجز پا کر بات مان لے۔ چونکہ آج کل اکثر غیر مقلدین جاہل ہیں۔ لیکن چند اردو رسالے پڑھ کر انہوں نے عالم ہونے کا روپ دھارا ہوا ہے۔ اور جو چند غیر مقلدین کچھ علم پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ بوجہ ضد و تعصب جاہلوں کی روش اختیار کر چکے ہیں اس لیے اب غیر مقلد عالم ہو یا غیر عالم سب کو قائل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سوالات کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور سوالات وہ کیے جائیں جو کتاب وسنت میں صراحتاً مذکورہ نہ ہوں مگر پیش آتے رہتے ہوں۔ احقر کے رسالے معذرت نامہ میں ایک اشتہار چھپا ہوا ہے۔ ''میں اہل حدیث کیوں نہیں ہوا'' اس میں تئیس لاجواب سوال ہیں اور حضرت مولانا محمد امین صفدر دامت برکاتہم کے مجموعہ رسائل میں سینکڑوں سوالات موجود ہیں۔ غیر مقلدین کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔

(۶) اگر کوئی آدمی خالی الذہن ہو یا متردد ہو تو اس کو اپنا موقف خوب دلائل اور وضاحت کے ساتھ سمجھائیں اور غیر مقلدین کے دھوکے بھی بتائیں اور غیر مقلدین کا عمل موقف اس کو سمجھائیں اور تحریر کر دیں اور اس کو بتا دیں کہ اگر غیر مقلد کے ساتھ اس کی بات ہو تو وہ اس موقف پر ان سے حدیث تحریر کرائے۔ اور اگر کوئی پکا غیر مقلد مسئلہ سمجھنا چاہے تو اس کی مثال جلی روٹی کی طرح ہے اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہے اس لیے اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس کو زبانی سمجھانے سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ایک مضبوط دلیل تحریر کر دو۔ اور ان کا موقف و عمل لکھ کر اس پر ان سے صحیح صریح مرفوع حدیث کا مطالبہ کرو اور ساتھ یہ نوٹ لکھ دیں۔

نوٹ: غیر مقلدین اہل سنت والجماعت کی دلیل کا ضعف اور اپنی حدیث کی صحت امتیوں کا اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کریں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے لہذا وہ امتیوں کے اقوال کی تقلید شرک ہونے سے بچیں گے۔ (۷) غیر مقلدین کو گفتگو کے دوران اپنے مذکورہ بالا تین اصولوں کا پابند کیا جائے اور جہاں وہ کسی امتی کا قول پیش کریں یا قیاس ورائے چلائیں تو اس کو منع کر دیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اس شرک و شیطنت سے باز رہیں۔ ان کو اپنے اصولوں سے ہرگز منحرف نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی گفتگو میں صرف قرآن وحدیث پڑھتا جائے اور ترجمہ کرتا جائے نہ امتی کا قول پیش کرے نہ رائے اور نہ ہی اپنی رائے قرآن وحدیث میں شامل کرے۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ اپنی رائے کو بھی قرآن وحدیث کا عنوان دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ ان کی رائے کاغذ پر لکھ کر ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ایسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ وہی ہو جو انہوں نے کہا ہے اور کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی تمہاری اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے شامل نہ ہو۔

مثال نمبر 1 - میں نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب کو کہا کہ آپ حدیث کی تعریف کریں۔ اس نے تعریف یوں کی حدیث نبی پاک ﷺ کے قول و فعل اور تقریر (یعنی کسی دوسرے آدمی کے کام پر نبی پاک ﷺ کا خاموش رہنا) کو کہتے ہیں۔ میں ان سے کہا

آپ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی ہو وہ کہنے لگے۔ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے!میں نے پوچھا آپ نے تعریف کیسے کی؟ وہ کہنے لگے محدثین نے یہی تعریف کی ہے میں نے کہا تعریف میں آپ نے محدثین کی تقلید کی ہے۔لہذا اب آپ وہ حدیث پڑھیں جس میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہاء و مجتہدین کی تقلید شرک ہے۔محدثین کی تقلید شرک نہیں!وہ کہنے لگا ایسی کوئی حدیث نہیں!میں نے کہا اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ نے یقیناً اس تعریف میں محدثین کی تقلید کی ہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ کو اس شرک سے توبہ بھی کرنی چاہیے اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہیے۔

مثال نمبر 2- ایک غیر مقلد مناظر سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سنت کی تعریف کریں۔وہ صاحب کہنے لگے سنت اور حدیث ایک چیز ہے میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ لیے اور مناظر صاحب سے کہا کہ آپ کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں صراحت ہو کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔وہ کہنے لگا یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہوئی اور تمہارے اصول کے مطابق دینی امور میں رائے کو شامل کرنا شیطان کا کام ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر سنت اور حدیث ایک چیز ہے تو تم سینکڑوں سنتوں کے تارک ہو حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک ﷺ کے فرمانے پر بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلایا غیر مقلد مرد و زن سب اس دودھ پینے پلانے کی سنت سے محروم ہیں۔حدیث میں ہے نبی پاک ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا لیکن غیر مقلد مرد و زن اس سنت کے تارک ہیں۔نبی پاک ﷺ نے وضو کے بعد اپنی بیوی کے بوسے لیے پھر آ کر نماز پڑھائی مگر غیر مقلد ائمہ اور ان کے مقتدی حضرات اس سنت سے غافل ہیں۔نبی پاک ﷺ نے اپنی نواسی امامہ کو کندھوں پہ اٹھا کر نماز پڑھی غیر مقلدین اپنی بچیوں کو مسجد میں لاتے ہیں نہ ان کو کندھوں پہ اٹھا کر نماز پڑھتے ہیں۔اللہ آپ لوگوں کو اپنی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔وہ بوکھلا کر اور جھلا کر کہنے لگا سنت نبی پاک ﷺ کے طریقہ کو کہتے ہیں۔میں نے کہا آپ کوئی آیت پڑھیں یا

حدیث سنائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ سنت نبی ﷺ کے طریقہ کو کہتے ہیں!وہ کہنے لگا ایسی آیت یا حدیث تو نہیں ہے میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہے جو تمہارے ہاں معتبر نہیں!نیز مذکورہ بالا نبی پاک ﷺ کے جو چار طریقے مذکورہ ہوئے ہیں۔سب غیر مقلدین ان کے تارک ہیں۔وہ پریشان ہو کر کہنے لگا سنت نبی پاک ﷺ کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔میں نے کہا آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی بنتا ہو۔نیز مذکورہ بالا چار طریقوں کے متعلق چار حدیثیں سنائیں۔جن میں نبی پاک ﷺ نے ان طریقوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو۔ورنہ آپ کو اپنی اور دوسرے امتیوں کی یہ رائے چھوڑ دینی چاہیے۔وہ کہنے لگا سنت نبی پاک ﷺ کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جس کو آپ نے خود کیا ہو اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو۔میں نے کہا آپ وہ آیت یا حدیث سنائیں جس میں سنت کی یہ تعریف کی گئی ہے۔اور اس کا ترجمہ یہی ہو۔نیز آپ وہ حدیث سنائیں جس میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم ہو۔آپ نے نماز میں سر ننگا کرنے۔فرضوں کی چھ رکعتوں میں آمین اونچی کہنے کا اور گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہنے کا۔سینے پر ہاتھ باندھنے کا۔ٹانگیں چوڑی کرنے کا حکم دیا ہو۔وہ عاجز آ کر کہنے لگا میں تحقیق کروں گا۔میں نے کہا تحقیق کروں گا کا مطلب یہ ہے کہ اب تک آپ تقلید کرتے رہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ تحقیق بعد میں کریں پہلے اس شرک سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔وہ کہنے لگا آپ سنت کی تعریف کریں میں نے کہا سنت اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جو نبی پاک ﷺ یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری کیا گیا۔وہ کہنے لگا آپ اس پر کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں یہ تعریف ہو میں نے کہا تعریفات قرآن و حدیث میں نہیں ہوتیں یہ ماہرین فن کرتے ہیں۔سنت کی یہ تعریف فقہاء نے کی ہے جو ماہرین شریعت ہیں اور ہم نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

مثال نمبر 3-ہمارے بعض نوجوانوں نے غیر مقلد علماء سے کہا کہ آپ کلمہ طیبہ لا الہ

الا اللہ محمد رسول اللہ اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھا قرآن میں دکھا دیں۔ یا صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھا دیں جس میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو یہ کلمہ سکھایا ہو اور امت کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا پھر آپ حضرات اعلان کریں اور لکھ کر دیں کہ یہ کلمہ غلط ہے ایک علامہ صاحب فرمانے لگے دراصل کلمہ طیبہ جھنڈے پر لکھنے کے لیے ہے اور اشھد والا کلمہ پڑھنے کے لیے ہے۔ ہمارے ایک سنی نوجوان نے غیر مقلد علامہ صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھی اور مطالبہ کیا کہ آپ نبی پاک ﷺ کی حدیث سنائیں جس میں نبی پاک ﷺ کہ یہ فرمان موجود ہو اور اگر حدیث نہیں تو یہ تمہاری اپنی رائے ہے اور جب تم وحی کے بغیر نبی ﷺ کی رائے کو نہیں مانتے تو ہم تمہاری رائے کیسے تسلیم کر لیں۔

مثال نمبر 4۔ مجلس تحفظ حدیث وفقہ کا ایک نوجوان غیر مقلد شیخ الحدیث کے پاس گیا اور پوچھا کہ حضرت رفع یدین کی کوئی صحیح حدیث ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کہا بے شمار ہیں نوجوان نے کہا جناب مجھے ایک حدیث لکھ دیں۔ شیخ الحدیث صاحب نے کاغذ لیا اور حضرت ابن عمرؓ والی رفع یدین کی حدیث لکھ کر دے دی نوجوان نے کہا جی وہ ترک رفع یدین والی حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث بھی تو موجود ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کرخت اور سخت آواز میں دانت پیستے ہوئے کہا وہ ضعیف ہے ضعیف! نوجوان نے سوال کیا جناب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کو صحیح اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف اللہ نے کہا ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اگر اللہ نے فرمایا ہے تو فرمان خدا اور اگر رسول ﷺ نے فرمایا ہے تو فرمان رسول ﷺ سنائیں۔ جس میں ان دونوں حدیثوں کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ ہے تو شیخ الحدیث صاحب کہنے لگے حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نہیں فرماتے بلکہ اس کا فیصلہ محدثین کرتے ہیں محدثین جس حدیث کو صحیح لکھ دیں۔ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جس کو وہ ضعیف لکھ دیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نوجوان نے کہا شیخ الحدیث صاحب! آپ کے نزدیک تو وحی کے بغیر نبی پاک ﷺ کی رائے بھی حجت نہیں تو اب امتیوں کی رائے کو حجت مان رہے ہو۔ نیز حدیث کو لینے اور چھوڑنے میں تم محدثین کی

تقلید کر رہے ہو حالانکہ تقلید آپ کے نزدیک شرک ہے لہٰذا آپ محدثین کی رائے کو حجت ماننے اور ان کی تقلید کرنے کی وجہ سے اہل حدیث نہ رہے بلکہ اہل رائے اور اہل شرک بن گئے۔

مثال نمبر 5: مجلس تحفظ حدیث وفقہ کے ایک اور نوجوان نے ایک غیر مقلد مفتی سے پوچھا جناب یہ فرمایئے رفع یدین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ مفتی صاحب فرمانے لگے رفع یدین کے بغیر کے نماز باطل ہے۔ نوجوان نے کہا اگر رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے تو پھر سب غیر مقلدین کی نماز باطل ہے! مفتی صاحب نے کہا وہ کیسے؟ نوجوان نے کہا وہ ایسے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محدث علامہ ناصر البانی نے اپنی کتاب صفت الصلوۃ کے ص ۱۲۱، ص ۱۳۳، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد بھی رفع یدین ہے اور ص ۱۲۱ کے حاشیہ میں ناصر البانی صاحب نے لکھا کہ دس صحابہ کرامؓ سے رفع یدین عند السجود کی روایات ہیں اور چار رکعتوں میں آٹھ سجدے آتے ہیں اور ہر سجدہ سے پہلے اور بعد رفع یدین ہے تو آٹھ سجدوں کے رفع یدین سولہ بنتے ہیں غیر مقلدین ان سولہ رفع یدین کے تارک ہیں اس لیے ان کی نماز باطل ہے غیر مقلد مفتی صاحب کہنے لگے حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ سجود میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نوجوان نے کہا مفتی صاحب! مسئلہ تو بڑا الجھ گیا کیونکہ رفع یدین عند السجود کے بارہ میں حدیثوں میں تضاد ہے ناصر البانی کی تحقیق کے مطابق دس صحابہ کرامؓ سجدوں کے رفع یدین کا اثبات کرتے ہیں جب کہ بقول آپ کے حضرت ابن عمر نفی کرتے ہیں۔ اس کے متعلق نبی پاک ﷺ کا فیصلہ بتائیں کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سجدوں میں پہلے رفع یدین ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ نوجوان نے مفتی صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھ لی پھر سوال کیا کہ جناب مفتی صاحب یہ فیصلہ نبی پاک ﷺ کا ہے یا آپ کا یا کسی دوسرے امتی کا اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ ہے تو وہ حدیث سناؤ جس میں یہ فیصلہ نبوت مذکور ہے۔ اور اگر آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ دینی مسئلہ میں رائے شامل کرنے کی وجہ سے شیطان بن گئے۔ اور اگر کسی دوسرے

امتی کی رائے ہے اور آپ اس کی تقلید کر رہیں تو تقلید کی وجہ سے آپ مشرک بن گئے۔ پھر جب تمہارے نزدیک پیغمبر علیہ السلام کی رائے معتبر نہیں تو تمہاری رائے کا کیا اعتبار! آپ نے ان مثالوں سے اندازہ لگالیا ہوگا۔ کہ غیر مقلدین عمل کرتے ہیں اپنی رائے پر لیکن منافقین کی طرح دھوکہ دینے کے لیے نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا! (۸) حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ فرمایا کرتے ہیں غیر مقلدین اتنے خدا سے نہیں ڈرتے جتنے ٹیپ ریکارڈ سے ڈرتے ہیں اس لیے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو ٹیپ ریکارڈ لگالیا کریں تاکہ غیر مقلدین ٹیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ مکرنی کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔

دو ہاتھ سے مصافحہ

سوال: مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیئے یا دو ہاتھ سے؟

جواب: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ پر اس مسئلہ کے لیے دو باب قائم کیے ہیں۔ باب المصافحہ اور باب الاخذ بالیدین۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ نے صرف یہ بتایا ہے کہ مصافحہ سنت ہے اس کے لیے امام موصوف نے چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ عَلَّمَنِیْ النَّبِیُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفِّی بَیْنَ كَفَّیْهِ۔ نبی پاک ﷺ نے مجھے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ یعنی بحالت مصافحہ۔

(۲) حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں آیا تو رسول ﷺ کی موجودگی میں حضرت طلحہ بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دیا۔

(۳) حضرت قتادہ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا اصحاب نبی ﷺ میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا جی ہاں۔

(۴) عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے آپ

ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ یعنی یہ ہاتھ پکڑنا بطور مصافحہ کے تھا پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مصافحہ سنت ہے۔ دوسرے باب میں امام بخاریؒ نے مصافحہ کا طریقہ بتایا ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے بھی جائیں نہ یہ کہ صرف ہاتھ ملا دیئے جائیں۔ کیونکہ مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے پکڑنے میں اظہار محبت ہے۔ بلکہ جس قدر محبت اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے۔ مصافحہ میں اتنے ایک دوسرے کے ہاتھ زیادہ دبائے جاتے ہیں۔ اس کے لیے امام بخاری نے بطور ثبوت کے "تابعین کے عمل کو پیش کیا ہے فرمایا۔ وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِیَدَیْهِ۔ یعنی حماد بن زید نے عبداللہ مبارک کے ساتھ دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ نیز عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک ﷺ نے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ پہلے اسی حدیث سے امام بخاری نے مصافحہ ثابت کیا ہے اور اب اسی حدیث سے دو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنا ثابت کر رہے ہیں۔ سو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ اس طور پر کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ دوسرے آدمی کے ہاتھ پر رکھ دے اور صرف ملا دے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیں کہ اس میں اظہار محبت ہے اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہے دراصل جیسے ہندو سماج سے متاثر ہو کر ہمارے بعض مسلمانوں نے ہندوانی رسموں کو اختیار کر رکھا ہے اور ان کو سنت کا نام دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنی محسن گورنمنٹ برطانیہ کے زیر احسان آگئے اور اپنی مادر مہربان ملکہ وکٹوریہ کے دودھ پر پلے انہوں نے بھی آپنے آقا انگریزوں کی بعض عادات اختیار کر لیں مثلاً ننگے سر پھرنا۔ سر ننگا کر کے جوتی پہن کر عبادت کرنا۔ اور انتہا یہ کہ ان لوگوں نے انگریزی طریقہ کو سنت اور سنت نبویہ کو بدعت کہنا شروع کر دیا۔

دھوکہ نمبر ۱: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ ہے؟

جواب ۱: نبی پاک کے دو ہاتھ تھے ہمیں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیئے۔

اپنے رسالہ التحفة الحسنی کے ص ۳۹ پر لکھتے ہیں اس حدیث کا مصافحہ سے ذرا بھی تعلق نہیں، پنجابی میں کہاوت ہے آکھاں دھی نوں ۔ سناواں نہہ نوں ۔ حکیم صاحب نے روئے سخن حنفیوں کی طرف رکھ کر امام بخاری کو خوب کوسا ہے اور کھری کھری سنائی ہیں لکھتے ہیں سخت تعجب ہے ان مقلدین احناف پر کہ جو احادیث صحیحہ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے اس کے انکاری ہیں۔ اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسے ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں اور بخاری شریف کی دہائی دیکر جاہل عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر ان کو معلوم رہے کہ یہ حدیث دانی اور حدیث فہمی نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ مذاق ہے۔ (التحفة الحسنی ص ۳۸)

اہل حدیث یا شیعہ

امام بخاریؒ نے خیر القرون کے دو عظیم محدث حماد بن زید اور عبد اللہ بن مبارک کے دو ہاتھوں کیساتھ مصافحہ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو حکیم صاحب جو اس کا جواب دیتے ہیں وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر، دل تھام کر، صحابہ کرامؓ کے ساتھ عظمت و محبت کے جذبات کو قابو میں رکھ کر سنئے! وہ لکھتے ہیں جب صحابی کا قول ہی حجت نہیں تو تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اقوال کیونکر حجت ہو سکتے ہیں۔

فائدہ

دو تبع تابعین کے عمل سے استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور تبع تابعین حضرات کے اقوال و افعال اور ان کی آراء کو مانتے ہیں جب کہ غیر مقلدین ان کے منکر ہیں بلکہ وہ نبی ﷺ کی رائے کو بھی حجت نہیں مانتے (طریق محمدی ص ۵۷) لہذا غیر مقلدین کا صحیح بخاری سے تعلق ہے نہ امام بخاریؒ سے، ان کا راستہ ہی امام بخاریؒ سے جدا ہے۔

تین سوال؟

امام بخاریؒ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ سے مصافحہ ثابت ہے غیر مقلدین کہتے ہیں اس سے مصافحہ ثابت نہیں ہوتا ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ہے۔

۲۔ حماد بن زید اور عبد اللہ ابن مبارک دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کرنے سے بدعتی ہوئے ہیں یا نہیں۔

۳۔ امام بخاریؒ نے ان دونوں تبع تابعین کے فعلی اثر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کیا امام بخاریؒ ان دو امتیوں کے فعلی اثر کے تقلید کر کے مشرک ہوئے ہیں یا نہیں اور جب تک صحیح بخاری میں یہ اثر اور اس جیسے دوسرے آثار صحابہ وغیرہ موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے امام بخاریؒ کو شرک کا گناہ ہو رہا ہے یا نہیں جب صحیح بخاری میں ایسا شرک موجود ہے تو صحیح بخاری لکھ امام بخاریؒ نے نیکی کا کام کیا ہے یا گناہ کا؟

نوٹ! اگر غیر مقلدین حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کردیں۔ جس میں صراحت ہو کہ نبی پاک ﷺ نے مصافحہ کے وقت بائیں ہاتھ کو دور رکھنے کا حکم دیا ہوا یا صراحت ہو کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور بائیں ہاتھ کو دور رکھا ساتھ نہ لگایا۔ یا اسی صراحت کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا اثر دکھا دیں اور اس کی صحت بھی امتیوں کی تقلید کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

ننگے سر نماز

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔ (۲) سستی کی وجہ سے کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے جس کی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔ (۳) ننگے سر نماز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔ (۴) ننگے سر نماز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے۔ (۵) ننگے سر نماز کو افضل و سنت سمجھنا اور نماز میں سر ڈھانپنے کو حقیر جاننا کفر ہے ملاحظہ کیجئے

(فتاویٰ عالمگیری ج اص ١٠٦ ادر مختار ج اص ٤٧٤ رد المختار ج اص ٤٨٢ فتاویٰ قاضی خان ج اص ١١٨)

قرآن کریم میں حکم ہے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۔نماز کے وقت اپنا خوبصورت لباس اختیار کرو۔ چونکہ عمامہ اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا چاہئے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے "باب من کان یسجد علی کور العمامة ولا یری به باسا" ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اس باب میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے "باب من کرہ السجود علی کور العمامة" ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے اس باب میں بارہ احادیث ہیں صرف ان دو بابوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔

غیر مقلد علماء کی تحقیق

١- جماعت اہل حدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین فرماتے ہیں جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔اس شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو۔یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو۔اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے۔کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔
(فتاویٰ نذیریہ ج ٣ ص ٢٧٢)

٢- مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید داود غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی فرماتے ہیں ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں بہ صراحت مذکور ہو کہ نبی ﷺ نے یا صحابہ کرامؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔چہ جائے کہ معمول بنالیا

ہو اس لیے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔اور اگر سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ٤ ص ٢٩٠ تا ص ٢٩١)

٣- شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ٥٢٤)

٤- شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔محض بے عملی یا بدعملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ) نیز فرماتے ہیں کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے (فتاویٰ علمائے اہل حدیث ج ٤ ص ٢٨٦ تا ٢٨٩)

٥- شیخ الحدیث مولانا ابوسعید شرف الدین فرماتے ہیں بحکم خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) اور رسول اللہ ﷺ کا سر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے۔اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج اص ٢٩٢)

٦- غرباء اہل حدیث کے امام و مفتی مولانا عبد الستار صاحب فرماتے ہیں ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ و افضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب زینت ہے۔
(فتاویٰ ستاریہ ج ٣ ص ٥٩)

٧- مولانا عبد المجید سوہدروی فرماتے ہیں ننگے سر نماز ہو جاتی ہے مگر بطور فیشن لا پرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ٤ ص ٢٨١)

۸- غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔ احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سر پر عمامہ باندھے۔ تھے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ ننگے سر گھومتے پھرتے تھے۔ یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی .... ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آج کل نئی نسل خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے۔ مسنون نہیں۔

(الاعتصام لاہور جلد ۴۵ شمارہ ۲۷ و ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء)

۹- غیر مقلدین کے مشہور عالم مورخ اسلام مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب فرماتے ہیں مشاہیر علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے۔ لیکن نئے دور کے اہل حدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔ (ماہنامہ الرشید لاہور)

(**نوٹ**) اگر غیر مقلدین صحیح حدیث میں دکھا دیں کہ پوری زندگی میں نبی پاک ﷺ نے یا کسی صحابیؓ نے کپڑا ہونے کے باوجود بغیر مجبوری مسجد میں فرض نماز ننگے سر پڑھی ہے اور اس حدیث کو امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر صحیح ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ دیدہ باید۔

نماز میں ٹانگیں چوڑی کرنا

سوال: نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

جواب: امام اور منفرد اپنے جسم کی ساخت کے مطابق بغیر مشقت اٹھانے کے اس طرح نماز میں کھڑے ہوں کہ پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور قیام رکوع اور سجود کی

حالت میں پاؤں ایک جگہ جمے رہیں۔ سجدہ کرتے وقت پاؤں کو پھیلانا یا سکیٹرنا نہ پڑے اور تکبرانہ انداز بھی معلوم نہ ہو البتہ نماز باجماعت کی صف بندی کرنے میں دو چیزوں کی احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے (۱) نمازی حضرات صف میں اس طرح پاؤں، گھٹنے، کندھے اور گردنیں برابر کریں صف بالکل سیدھی بن جائے کوئی نمازی بھی صف میں آگے پیچھے نہ ہو ورنہ صف ٹیڑھی ہو جائے گی۔ (۲) نمازی اتنے قریب قریب ہو کر کھڑے ہوں کہ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے۔ جماعت کی صف بندی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف چہرہ کر کے تین مرتبہ فرمایا اپنی صفیں سیدھی کر لو اللہ کی قسم تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں باہمی مخالفت پیدا کر دیگا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور قدم کو اس کے قدم سے ملاتا ہے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صفوں کو سیدھا کرو۔ کندھوں کو برابر کرو۔ خالی جگہوں کو پر کرو۔ اپنے بھائیوں کے آگے نرم رہو۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷)

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اپنی صفوں میں تم قریب قریب ہو جاؤ اور گردنیں برابر کرو (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷) ان احادیث سے چند امور معلوم ہوئے۔ (۱) اصل مقصود یہ ہے صفیں سیدھی ہوں اور نمازی اس طرح صف بندی کریں کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے (۲) ٹخنے سے مراد قدم ہے یعنی پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانا کیونکہ ٹخنہ سے ٹخنہ تب مل سکتا ہے کہ دونوں پاؤں کو باہر کی جانب ٹیڑھا کیا جائے لیکن اس طرح نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہے لہٰذا ٹخنہ سے مراد قدم ہے (۳) پاؤں وغیرہ کو حقیقتاً پاؤں کے ساتھ ملانا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے قریب قریب کرنا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں تین چیزیں ملانے کا حکم

ہے۔ ٹخنہ، گھٹنہ، کندھا اور گھٹنا گھٹنا سے کسی صورت میں نہیں مل سکتا۔ اور جب پاؤں ملانے کے لیے ٹانگیں چوڑی کریں گے تو کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوجائے گا۔ اور اگر بالکل پاؤں کو پاؤں سے کندھے کو کندھے سے ملادیا جائے تو نماز پڑھنا بھی مشکل ہوجائے گا۔ نمازیوں کی ایک دوسرے کو دھکا پیلی ہوگی۔ اس لیے نماز میں پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی کوشش میں لگا رہنا لغو حرکت ہے اور اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے اور جس کو اصرار ہو کہ حدیث میں الزاق (ملانے) کا حکم ہے اس لیے وہ پاؤں سے پاؤں ملاتا ہے تو اس کو کہا جائے حدیث میں کعب (ٹخنہ) کا لفظ ہے لہٰذا دونوں طرف اپنے ٹخنے ملایا کرو۔ نیز گھٹنے بھی ملایا کرو ایک طرف نمازی پست قامت ہو دوسری طرف طویل القامت ہو تو دونوں کے ساتھ کندھے بھی ملاؤ۔ اس لیے غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ چھنگلی کو چھنگلی کے ساتھ یا پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی بے جا حرکت سے باز آئیں۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد قریب قریب کھڑا ہونا ہے اس طور پر کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔ (۴) یہ بھی معلوم ہوگیا کہ پاؤں کا درمیانی فاصلہ شریعت میں مقرر نہیں البتہ جسمانی ساخت اور نماز میں خصوصاً سجدہ کی حالت میں پاؤں کو اپنی جگہ سے ہلانا نہ پڑے ورنہ نماز کے سکون کے خلاف ہوگا نیز کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو مشاہدہ یہ ہے کہ جو آدمی زیادہ جسیم و لحیم نہ ہو اس کے لیے چار انگلیوں سے چھ تک کا فاصلہ کافی ہوجاتا ہے۔

غیر مقلدین اپنی نماز درست کریں

آج کل غیر مقلدین حضرات جس قدر پاؤں کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں۔ اس سے نماز میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) پاؤں اتنے چوڑے رکھیں تو سجدہ اور سجدہ کے بعد بیٹھنا مشکل ہوجاتا ہے اس لیے وہ سجدہ میں سمیٹ لیتے ہیں۔ کھڑے ہونے کے بعد پھیلا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔ (۲) کندھوں کے درمیان فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ جو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ (۳) غیر مقلدین جیسے

پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ہر دو نمازیوں کو سنی حضرات کی طرح مناسب فاصلہ کے مطابق کھڑا کریں تو درمیان میں مزید ایک نمازی کی جگہ نکل آتی ہے پس اگر پچاس غیر مقلدین کی صف ہو اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوں تو درمیان میں کافی نمازیوں کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔ جس کو وہ پاؤں پھیلا کر پر کرتے ہیں حالانکہ اس جگہ کو نمازیوں سے پر کرنے کا حکم ہے نہ کہ پاؤں پھیلا کر۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے بہتر وہ نمازی ہیں جو کندھوں کے اعتبار سے نرم ہیں یعنی جب دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور کوئی دوسرا نمازی درمیان میں آکر کھڑا ہونا چاہے تو ان کے کندھے رکاوٹ نہیں بنتے۔ نیز بوقت صف بندی اگر دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور ان کو قریب کیا جائے تو وہ قریب ہوجائیں۔ یہ کہیں حدیث پاک میں نہیں کہ اگر خالی جگہ ہو تو اس کو پاؤں پھیلا کر پر کریں۔ غیر مقلدین کی صفوں میں ہر دو غیر مقلدین کے درمیان ایک نمازی کی جگہ خالی ہوتی ہے جس کو وہ ٹانگیں چوڑی کر کے پر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے اور صف بھی اس خلا کی وجہ سے ناقص رہتی ہے۔ (۴) چونکہ حدیث پاک میں پاؤں، گھٹنے، کندھے، قریب کرنے کا حکم ہے غیر مقلدین پاؤں تو خوب ملاتے ہیں لیکن گھٹنوں اور کندھوں کا فاصلہ بڑھا لیتے ہیں یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔ اللھم اھدھم۔

غیر مقلدین علماء کے فتاوی

جب غیر مقلدین مرد و زن نے حنفیوں کی ضد میں ٹانگیں چوڑی کرنی شروع کردیں تو غیر مقلدین علماء نے ان متعصب غیر مقلدوں کی اصلاح کے لیے فتوی بھی جاری کیے آپ وہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے (فتاوی علمائے حدیث ۳/۲۱)

۲۔ بعض غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں ملالیتے ہیں پھر سجدہ میں ہٹالیتے ہیں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا روپڑی صاحب فرماتے ہیں پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر ادھر کر ملائے جاتے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے ایسا جدا کرنا اور ملانا تو ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلا وجہ پاؤں کو ادھر ادھر کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔

(فتاوی علماء حدیث ۳/۱۹۹)

نوٹ: غیر مقلدین حضرات اپنے دعوی کے مطابق حدیث میں تاویل کیے بغیر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث کے مطابق ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ، کندھا سے کندھا، ملا کر نماز شروع کر دیں۔ اور اپنا موجودہ عمل کہ کھڑے ہوکر پاؤں کو پاؤں سے ملانا اور ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ، کندھے سے کندھا دور رکھنا کسی قولی یا فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں۔ اور اس کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا

سوال: سنی حضرات نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں جب کہ غیر مقلدین کندھوں تک اٹھاتے ہیں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

۲۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا

افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ اپنے کانوں کے برابر کیے۔

۳۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ ...... اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حِيَالَ اُذُنَيْهِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے۔

۴۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَاَئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ ...... حَتّٰى حَاذَتَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ نماز میں داخل ہوئے تو اپنے دونوں کانوں کے کناروں تک ہاتھ اٹھائے۔

۵۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے اِنَّهٗ رَاَ النَّبِیَّ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكَادَ اِبْهَامَاهُ تُحَاذِیْ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۱)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے کانوں کے لو کے قریب تک۔

۶۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے اِنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ ﷺ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے۔

۷۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَئَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَاَئَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَى

صُدُوْرِهِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَاَكْسِيَةٌ

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اوران پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں۔

فائدہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی فقاہت اور اجتہادی رائے سے ان مختلف روایات کے درمیان تطبیق یوں دی کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔ اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تا کہ بیک وقت سب روایات پر عمل ہوجائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی روایت عذر ومجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم تھا چادریں لپٹی ہوئی تھیں۔ اس عذر سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

نوٹ: اگر غیرمقلدین ان مختلف روایات کے درمیان نبی پاک ﷺ کا یہ فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں۔ کہ آپ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہو اور کانوں تک اٹھانے سے منع کیا ہو۔ یا آپ نے اختیار دیا ہو کہ تمہیں اختیار ہے جیسے چاہو کرلو یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث راجح ہے۔ اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ دھوکہ دینا چھوڑ دیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

سوال: کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نبی پاک ﷺ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین

کے عمل سے ثابت ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰)

علقمہ بن وائل بن حجرؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔

۲۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِیْ تَحْتَ السُّرَرِ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱) مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۳۔ اَلْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْسَاَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَصْنَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ وآثار السنن ص ۷۱ وقال اسنادہ صحیح)

حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں ابومجلز سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔

۴۔ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰ آثار السنن ص ۷۱ اسنادہ حسن)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۱ ج ۲ محلی ابن حزم ج ۱)

حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۶۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاْخِيْرُ

السُّحُوْرِوَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِى الصَّلوٰة تَحْتَ السُّرَّةِ
(الجوہر النقی علی البیہقی ج ٢ص ٣٢ محلی ابن حزم ج ٣ص ٣٠)

حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

٧۔ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِىٍّ قَالَ اِنَّ مِنَ السَّنَةِ فِى الصَّلوٰة وَضْعَ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ (دار قطنی والبیہقی) مسند اہل بیت ص ١٤٢)

امیر المومنین علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باندھے۔ یاد رہے مسند اہل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے۔ اس کے مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو دو واسطوں سے میاں نذیر حسین کا شاگرد ہے جیسا کہ اس مسند کے ص ٨ پر درج ہے۔ آدمی کی عجز و انکساری اور فطرتی ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

غیر مقلدین کی گستاخی

غیر مقلد عالم مولانا محمد حنیف فریدوی ان حدیثوں کی یوں توہین کرتا ہے۔ آپ اور آپ کے مقتدی تو بالکل ہی آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ (قول حق ص ٤١)

نوٹ 1: غیر مقلد اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کہنی پر رکھ کر دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل پر صحاح ستہ سے ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوٹ 2: غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاوی ثنائیہ ج ١ ص ٤٤٣ میں لکھا ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح

میں بکثرت ہیں نیز فتاوی ثنائیہ ج ١ص ٤٥٧ میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ اور مجاہدین لشکر طیبہ کا نصابی کتابچہ ریاض المجاہدین کے ص ٩٠ پر عنوان دیا سینے پر ہاتھ باندھنا۔ اور حوالہ بخاری باب نمبر ٤٧٧ صفحہ ١٧٣ ج ١۔ دیا ہے اسی طرح سنن نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ اگر وہ حدیث مع عربی متن وسند بخاری، مسلم، سنن نسائی میں دکھادیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

دوام قراءۃ خلف الامام یا ترک القراءۃ خلف الامام

سوال: سنی حضرات امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتے کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟

جواب: ہمارے پاس بہت دلائل ہیں لیکن دلائل پیش کرنے سے پہلے دو باتیں معلوم کرلیں (١) فاتحہ قراءۃ ہے یا نہیں (٢) سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان جھگڑا کیا ہے۔

فاتحہ قراءۃ ہے

دلائل سے ثابت ہے کہ فاتحہ قراءۃ ہے (١) صحیح بخاری ج ١ص ١٠٣ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِوَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ...... فَقُلْتُ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِىْ الخ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قراءۃ کے درمیان کچھ آہستہ آہستہ پڑھتے میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ پر قربان آپ تکبیر اور قراءۃ کے درمیان آہستہ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا میں کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِىْ وَبَيْنَ خَطَايَاىَ الخ۔ اور غیر مقلدین مانتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے لہذا یہاں فاتحہ کو قراءۃ کہا گیا ہے اور اگر غیر مقلدین کو اصرار ہے کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے بلکہ فاتحہ

کے بعد والی سورۃ قراءۃ ہے تو اس حدیث کے مطابق غیر مقلدین کو چاہیئے کہ فاتحہ ختم کر کے تکبیر کہیں پھر اللھم باعد والی دعا پڑھیں اس کے بعد سورۃ پڑھیں۔

(۲) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا باب وجوب القراءۃ للامام والماموم اور اس کے تحت حدیث نقل کی ہے لاصلوۃ لمن یقراء بفاتحۃ الکتاب پس معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک فاتحۃ الکتاب قراءۃ ہے

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرٌ یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاءَ ۃَ بِالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۳، بخاری ج ۱ ص ۱۰۲)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ابوبکرؓ، اور عمرؓ قراءۃ شروع کرتے تھے۔ الحمدللہ رب العالمین کے ساتھ

(۴) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے تکبیر کے ساتھ اور قراءۃ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ (مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) نیز امام نسائی نے ج ۱ ص ۱۴۲، ۱۴۳ پر چار باب قائم کئے ہیں باب الدعا بین التکبیر والقراءۃ ان میں قراءۃ سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ یہ دعائیں تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائی کے نزدیک فاتحہ قراءۃ ہے (نوٹ) اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں جس میں صراحت ہو کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

فائدہ: ہم نے یہ تحقیق اس لیے لکھی ہے کہ آگے دلائل میں جہاں قراءۃ کا لفظ آئیگا وہاں فاتحہ بھی اس میں داخل ہوگی کیونکہ فاتحہ بھی قراءۃ ہے پس جو حکم قراءۃ کا ہوگا وہی فاتحہ کا ہوگا۔

محل نزاع

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ نبی علیہ السلام کی آخیر زندگی تک صحابہ کرام ﷺ کے پیچھے قراءۃ کرتے رہے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا دعوی ہے کہ پہلے امام کے پیچھے

قراءۃ ہوتی تھی بعد میں متروک ہوگئی اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدی کی قراءۃ قرار دیا گیا اور مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قراءۃ پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے گویا امام و مقتدی دونوں کی نماز قراءۃ کے ساتھ ہوتی ہے۔ امام کی اس لئے کہ خود اس نے قراءۃ کی ہے مقتدی کی اس لئے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے جب کہ غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ نہیں بلکہ وہ اپنی قراءۃ جدا کرے گا۔

ہمارے پاس پانچ قسم کے دلائل ہیں

قسم اول: امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ الصلوۃ کے پیچھے قراءۃ کی اثناء نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءۃ سے منع کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو قراءۃ کرنیوالے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوۃ السلام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے کیوں روکتے ہو وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ الصلوۃ السلام نے انکی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کیلئے امام کی قراءۃ ہی کافی ہے (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۲۶)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔

(موطا امام محمد ص ۹۸)

(۳) حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

(۴) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۳۸)

(۶) حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءۃ کی جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تا کہ قراءۃ سے باز آجائے۔ جب [illegible] چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبا دیا تھا۔ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ حضور ﷺ آگے قراءۃ کر رہے تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قراءۃ کرو نبی ﷺ نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے (موطا امام محمد ص ۱۰۱)

(۷) حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا ہر نماز میں قراءۃ ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! ایک انصاری بولے تو پھر قراءۃ ضروری ہو گئی حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تمام اہل مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب میں تھا آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءۃ مقتدیوں کو کافی ہے۔ (دار قطنی ج ا ص ۳۳۲)

(۸) حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی ہو تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے (کتاب القراءۃ ص ۱۷۰)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا جس کے لئے امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۵۶)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءۃ کرے یا اونچی آواز سے۔

(دار قطنی ج ا ص ۳۳۱)

(۱۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قراءۃ کرتے ہو جب کہ امام قراءۃ کر رہا ہو تو صحابہ کرامؓ چپ رہے آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا

ایسے مت کرو (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۵۳)

(۱۲) نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے انہوں نبی ﷺ کے پیچھے قراءۃ کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا میرے پیچھے کس نے قراءۃ کی انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۷۶)

(۱۳) یحییٰ بن عبداللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتدا کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قراءۃ نہ کرے کیونکہ امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۳)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ نہیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم دوم: امام کی قراءۃ کے وقت مقتدی خاموش رہیں۔

(۱) ہماری دلیل کی پانچ خوبیاں ہیں۔ نمبر ۱- کتاب صحاح ستہ میں سے ہے۔ نمبر ۲- قرآن کریم کی آیت ہے۔ نمبر ۳- اس پر تفسیر کا عنوان ہے۔ نمبر ۴- تفسیر مرفوع متصل حدیث کے ساتھ کی گئی ہے۔ نمبر ۵- اور اس حدیث کو صحاح ستہ کے مولفین میں سے امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ج ا ص ۱۷۴ پر اس کو صحیح کہا ہے وہ کتاب سنن نسائی ہے۔ ج ا ص ۱۴۶۔ قرآن کی آیت یہ ہے۔ وَاِذَا قُرِءَ ی الْقُرآنُ فَاستَمِعُوا لہ وَانصِتُوا لَعَلَّکُم تُرحَمُونَ (الآیۃ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف خوب کان لگا؛

اورخاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس پر امام نسائی نے عنوان قائم کیا ہے تاویل قولہ عزوجل الخ یعنی اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر۔ تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس آیت میں تین امور غیر واضح ہیں۔ (۱) قراءۃ کرنے والا کون ہے (۲) کس وقت اور کس حالت میں قراءۃ کی جائے (۳) کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم کن لوگوں کو ہے۔ امام نسائی نے نبی ﷺ کی حدیث کے ساتھ تفسیر کر کے یہ تینوں امور واضح کردیئے ہیں وہ حدیث یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں امام اس لئے ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو۔ اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ قراءۃ کرنے والا امام ہے اور وہ نمازی کی حالت میں قراءۃ کرنے والا امام ہے اور وہ نمازی کی حالت میں قراءۃ کرتا ہے۔ اور کان لگانے خاموش رہنے کا حکم مقتدیوں کو ہے اس قوی دلیل سے ثابت ہوا کہ امام جب قراءۃ کرے تو مقتدی خاموش رہیں اور چونکہ خاموش رہنے کا حکم امام کی قراءۃ پر مرتب ہو رہا ہے اور وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں قراءۃ کرتا ہے تو مقتدی بھی دونوں نمازوں میں خاموش رہے۔ خواہ قراءۃ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ اور یہاں استماع اور انصات کا وہی معنی ہے جو صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳ پر فاتبع قرانه کی تفسیر میں ہے فَاستَمِع لَهٗ وَاَنصِت یعنی کان لگا اور اس طرح خاموش رہو کہ زبان کو حرکت بھی نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کے پاس ان خوبیوں کی حامل ایک بھی دلیل نہیں اگر اس آیت کی کوئی غیر مقلد دوسری تفسر کرے تو وہ بھی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں صحیح حدیث کے ساتھ تفسیر پیش کرے وہ محض احتمالات اور کمزور روایتوں کی وجہ سے اس اعلیٰ درجہ کی تفسیر کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(۱) ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ (بروایت جریر عن سلمان عن قتادہ مسلم جلد صفحہ ۱۷۴)

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے۔ و اذا قرأ (الامام) فانصتوا۔ اور جب وہ امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسند احمد ج ۴، ص ۴۱۵، صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳، ابن ماجہ ص ۶۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۰۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷ نسائی ج ۱ ص ۱۰۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو و اذا قرأ فانصتوا اور حب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجہ ص ۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)

(۵) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۳)

(۶) حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ ﷺ کے ساتھ قراءۃ کرنے لگے نماز پوری ہوئی تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءۃ کی ہے تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ سوال کیا ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سَبِّحِ اسمَ رَبِّكَ الاَعلیٰ پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا ہوگیا کہ مجھے قرآن کی قراءۃ میں کشمکش میں ڈال دیا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے لہذا فَاِذَا قَرَأَ فَانصِتوا جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہا کرو) کتاب القراءۃ ص ۱۱۵، ۱۶۳)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک حدیث صحیح مرفوع متصل پیش کردیں جس

میں آپ نے مقتدیوں کو اذا کبر فکبروا اذا رکع فارکعوا اذا سجد فاسجدوا کی طرح حکم دیا اذا قرأ فانصتوا نہیں فرمایا] اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم سوم: مدرک رکوع مدرک رکعت ہے!

اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس نے تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار قیام بھی کیا ہو اور تکبیر تحریمہ بھی کہی ہو مقتدی کی یہ رکعت اس لئے ہو جاتی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے خواہ اس نے شروع سے امام کے پیچھے اقتداء کی ہو یا قراءۃ کے درمیان میں آ کر شامل ہوا ہو یا رکوع میں شامل ہوا ہو اگر مقتدی پر اپنی قراءۃ فرض ہوتی تو مدرک رکوع مدرک رکعت ہوتا ہے احادیث ملاحظہ کیجئے!

(۱) حضرت ابو بکرہ اس حالت میں پہنچے کہ نبی پاک ﷺ رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کر لیا پس نبیؐ نے ان کو کہا زادك الله حرصا ولا تعد اللہ تعالیٰ تیرے حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو) (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

حافظ محمد اسمٰعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں کہ لا تعد اعادہ سے مشتق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ میں طلب خیر کے حرص کو زیادہ کرے اور اپنی نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے سبل السلام ج ۲ ص ۵۳ حدیث ۲۱)

(۲) ابوداؤد۔ ج ۱ ص ۱۲۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوٰة اور جس نے رکوع پالیا اس نے نماز پالیا:

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص حبیر ج ۲ ص ۴۱ میں فرماتے ہیں میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا تو اس میں یہ حدیث پائی: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے پس

تحقیق اس نے رکعت کو پالیا: مزید حدیثیں فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۳ تا ص ۵۷ میں ملاحظہ فرمائیں اور آثار صحابہؓ مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی جلد اول ص ۲۴۳، ۲۴۴، ص ۲۵۴ اور ۲۵۵ پر ملاحظہ ہوں:

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم چہارم

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۷۱)

(۲) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۳۶)

(۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

(کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۷۳ ص ۱۳۶، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۶۹)

(۴) حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اس کی نماز نہیں مگر امام کے (پیچھے کتاب القراۃ للبیہقی ص ۱۷۳) ان روایات کے علاوہ اس مضمون کی مزید احادیث کتاب القرات کے ان صفات پر ملاحظہ فرمائیں ص ۱۳۸، ص ۱۲۲ نیز سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷ موطا امام مالک ص ۶۶، سنن ترمذی ص ۷۱ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر میں قاعدہ لکھتے ہیں و بکثرة الطرق يصحح، کثرت اسناد کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار

دیا جاتا ہے۔

نوٹ: قرأۃ خلف الامام کے متعلق پانچ طرح کی مختلف روایات ہیں۔

(۱) لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِامِ الْقُرآنِ فَصَاعِداً اس آدمی کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ اور زائد سورہ کو نہیں پڑھا (مشکوۃ ص ۷۸ بحوالہ صحیح مسلم)

(۲) لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْبِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ مشکوۃ ص ۷۸ اس آدمی کی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا اس میں زائد سورۃ کو نہ لازم کیگیا ہے نہ منع کیا گیا ہے۔

(۳) عُبَادَۃَ اِبْنِ صَامِتِ فَلَا تَقْرَءُوا بِشَیْءٍ مِّنَ الْقُرآنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِامِ الْقُرآنِ (مشکوۃ ص ۸۱)

جب میں اونچی آواز سے قراءۃ کروں تو قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر ام القرآن اس حدیث میں جہری اور سری نماز میں فرق کیا گیا ہے کہ جہری نمازوں (مغرب، عشاء فجر) میں امام کے پیچھے زائد سورۃ منع ہے لیکن سری میں منع نہیں ورنہ جہری نماز کی تخصیص کا کیا فائدہ خلاصہ یہ کہ جہری میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھو زائد سورت نہ پڑھو مگر سری (ظہر وعصر) نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ زائد سورت پڑھنے کی اجازت ہے (۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا کہ تم میں سے کسی نے بھی میرے ساتھ قراءۃ کی ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی سوچتا ہوں میرے ساتھ قرآن کا جھگڑا کیوں کرایا جا رہا ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں یہ بات سن کر لوگ جہری نماز میں رسول ﷺ کے ساتھ قراءۃ کرنے سے رک گئے یعنی قرآۃ خواہ فاتحہ ہو یا زائد صورت دونوں سے جہری نمازوں میں رک گئے لیکن سری نمازوں میں فاتحہ پڑھتے رہے (مشکوۃ ج:۱: ص ۸۱)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا امام اس لے ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو۔ (مشکوۃ شریف: ج:۱: ص ۸۱) اس میں جہری و سری اور فاتحہ

وغیرہ فاتحہ کا فرق ختم کر کے عام حکم کے طور پر فرمایا جب امام قراءۃ کرے تم خاموش رہو۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ان مختلف روایات کے بارے میں فقیہانہ اور مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ قراءۃ کے مسئلہ میں بتدیلی ہوتی رہی ہے۔ اخیر میں مقتدوں کو علی الاطلاق خاموش رہنے کا حکم دیا۔ اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدیوں کی قراءۃ قرار دیا گیا۔ اگر غیر مقلدین ان مختلف متضاد روایات کے متعلق نبی پاک ﷺ کا فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں صراحۃ دیکھا دیں اور اس حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم پنجم:- قراءۃ خلف الامام کے بارے میں شدت

(۱) نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْقِرأۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۳۹) رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲) موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر عثمان امام کے پیچھے قرآۃ کرنے سے منع فرماتے تھے (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۳۹)

(۳) عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج: ص ۱۳۹)

(۴) زید بن اسلمؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۴۰)

(۵) حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۳۸)

(۶) حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی فطرت خراب ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۳۹)

(۷) حضرت علیؓ فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قراءۃ کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ج۲: ص ۱۳۹)

(۸) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی نماز

نہیں ہوتی (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱: ص ۴۱۳)

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر اجائے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲: ص ۱۳۸)

(۱۰) حضرت سعدؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱: ص ۴۱۲)

(۱۱) اسود بن یزید تابعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند ہے کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر اجائے (مصنف عبدالرزاق: ج ۲: ص ۱۳۹)

(۱۲) حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں مجھے پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ گرم پتھروں سے بھر اجائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۲: ص ۱۳۹)

نوٹ ۱: - اگر غیر مقلدین امام کے پیچھے فاتحہ کی فرضیت اور ۱۱۳ سورتوں کی حرمت کے بارے میں صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں۔ (۲) قراءۃ خلف الامام کے بارے میں نبی پاک ﷺ اور خلفاء راشدین کا تاکیدی حکم پیش کر دیں۔ (۳) امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے پر نبی پاک ﷺ کی طرف سے کوئی سخت وعید کی صحیح حدیث پیش کر دیں۔ اور ان احادیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال نمبر ۱:۱ بن ماجہ ص ۸۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق مکبر بن گئے آپ امام تو آپ نے قراءۃ وہاں سے آگے شروع کی جہاں حضرت ابوبکرؓ نے چھوڑی تھی۔ اس کے مطابق آپ کی پوری فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا۔ سوال یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نبی پاک ﷺ کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

آمین آہستہ کہنا مسنون ہے۔

سوال: سنی حضرات آمین آہستہ کہتے ہیں کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟

جواب: ہمارے پاس دلیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آمین دعا ہے گیارہویں پارہ میں وَ قَالَ مُوسیٰ رَبَّنَا انک الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی لیکن قبولیت کے بیان میں ہے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ در اصل موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون کی آمین کو بھی دعا کہا ہے (تفسیر درمنثور: ج ۳: ص ۱۰۷. تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰۶) اور بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ میں ہے قال عطاء آمین دعاء حضرت عطا تابعی نے فرمایا آمین دعا ہے۔ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰۶ میں ہے اس کا معنی ہے اَللّٰھُمَّ اِسْتَجِبْ اے اللہ قبول فرمایئے یعنی معنی بھی دعا والا ہے اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ لہذا آمین چونکہ دعا ہے تو قرآن کے اس حکم کے مطابق آمین آہستہ ہونی چاہئی (۲) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶) میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا جب قاری (امام) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے تو اس کے مقتدی آمین کہیں پس جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے۔ کبھی کسی نے فرشتوں کی آمین کی گونج نہیں سنی وافقت تبھی ہوگی کہ وقت بھی ایک ہو اور آہستہ کہی جائے۔ (۳) ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۳ ترمذی ج ۱ ص ۵۹ حضرت سمرۃ بن جندب کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو سکتے کرتے (یعنی جو جگہ کچھ آہستہ کہتے) ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے (یہ سکتہ برائے ثناء تھا) دوسرا جب غیر المغضوب علیھم و لا الضالین سے فارغ ہوتے (یہ دوسرا سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں آمین کہتے) (۴) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین میں اپنی آواز کو آہستہ کیا (مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶ دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۴ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۷ ترمذی ج ۱ ص ۵۸) (۵)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین

اللھم ربنا لك الحمد (کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴، البنایہ ج ۱ ص ۶۲۰، محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۰۹) (۶) ابو وائل کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت علیؓ دونوں اعوذ باللہ اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۴۰، الجوہر النقی ج ۱ ص ۴۸) (۷) حضرت ابو وائل کہتے ہین کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔ (معجم طبرانی ج ۹ ص ۲۶۳) (۸) حضرت ابراہیم نخعی تابعی کا فتوی یہ ہے کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں۔ سبحانك اللھم، اعوذ با للہ، بسم اللہ، آمین، ربنا لك الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۳۶)

فائدہ: سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ان دلائل کی وجہ سے آمین بلند آواز سے کہنے کا طریقہ متروک ہوگیا جب کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اخیر زندگی تک ہمیشہ آمین اونچی کہی جاتی رہی۔ لہذا اصل جھگڑا دوام اور ترک کا ہے۔ تم غیر مقلدین کو چاہئے کہ وہ آمین بالجہر کے دوام پر دلیل پیش کریں۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت کر دیں۔ (۱) نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک امام و مقتدیوں کا آمین بالجہر پر دوام (۲) امام فرضوں کی چھ رکعتوں میں یعنی دو مغرب، دو عشاء، دو فجر کی چھ رکعتوں میں یعنی دو مغرب، دو عشاء، دو فجر میں آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعت میں آہستہ کہے۔ (۳) مقتدی فرضوں کی چھ رکعت میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہیں (۴) منفرد تمام رکعات میں آمین آہستہ کہے۔ (۵) امام، مقتدی، اور منفرد سنت و نفل میں آمین آہستہ کہیں۔ اور حدیث کی صحت اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں۔ تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

رفع یدین کا دوام ہے یا ترک؟

سوال: کیا سنی حضرات کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: دلائل تو بہت ہیں ہم یہاں چند احادیث لکھتے ہیں۔

۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَالَ اَلَا اُصَلِّیَ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نمازیں پڑھ کر دکھاؤں؟ سو آپ نے نماز پڑھی پس آپ نے رفع یدین نہیں کیا مگر یک مرتبہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۶۱)

۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نمازوں کی خبر دوں؟ سو کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہ کیا (نسائی شریف ص ۱۵۸ ج ۱)

۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَلَا اُرِيْكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے رفع یدین نہ کیا مگر ایک ہی مرتبہ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱)

۴- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَا يَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِكَ، عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہ کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔ ہماری یہ دلیل لا الہ الا اللہ کی طرح ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ اسی طرح نہیں رفع یدین کرتے تھے مگر شروع میں پس سوائے شروع والے رفع یدین کے باقی رکوع و سجود والے رفع یدین کی نفی ہوگئی۔

۵- براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷)

۶- جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ ہم سلام کے وقت دونوں طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا تم کیوں رفع یدین کرتے ہو گویا کہ یہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱) پس جیسے قرآن نے ماں باپ کو اف کہنے سے منع کیا ہے تو گالی دینا اور جوتے مارنا بطریق اولی منع ہے اسی طرح جب نماز کے بالکل اخیر میں سلام کے وقت رفع یدن نماز کے سکون کے خلاف ہے اور منع ہے تو نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین بطریق اولی نماز کے سکون کے خلاف اور منع ہوگا۔

۷- جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا کیا ہے میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون کرو (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱)

۸- كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے تمام شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے (،،،،،)

۹- عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو نہیں دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہوں مگر نماز کے شروع میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸)

۱۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَاَنِّيْ بِقَوْمٍ يَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ

(الجامع الصحیح مسند الامام الربیع ج ۱ ص ۳۵)

نبی پاک ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں ایک قوم دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد آئے گی نماز میں اس طرح رفع یدین کرے گی گویا کہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں اس سے

مراد یہ ہے کہ وہ لوگ رفع یدین کو ہی کل دین سمجھ لیں گے اور رفع یدین کی آڑ میں خود گمراہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ خود بدعقیدہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بدعقیدہ بنائیں گے۔ اس کا مصداق امام شافعی واحمد نہیں کہ وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔

فائدہ: چونکہ تکبیر تحریمہ، قنوت، عیدین والے رفع یدین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس لیے وہ باقی رکھا گیا اور جو رفع یدین ذکر سے خالی تھے ان کو سرکش گھوڑوں کی دمیں فرما کر منع کر دیا گیا اور یاد رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ ذکر اللہ نہیں بلکہ کلام الناس ہے اسی لیے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کا عمل ودعویٰ

۱- غیر مقلدین چار رکعت نماز میں ۱۰ رجگہ رفع یدین کرتے ہیں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

۲- ۱۸ رجگہ رفع یدین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ۸ رسجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور بعد۔

۳- ۱۰ رجگہ رفع یدین فرض ہے اور ۱۸ رجگہ رفع یدین منع ہے۔

۴- غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی پاک ﷺ اخیر زندگی تک ہمیشہ ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی ۱۰ رجگہ رفع یدین کرنا ۱۸ رجگہ نہ کرنا۔

۵- رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔

نوٹ ۱: - اگر غیر مقلدین اپنا یہ عمل ودعویٰ ایک قولی اور ایک فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیں اور حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کے بغیر محض اللہ ورسول اللہ ﷺ سے ثابت کر دیں۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوٹ: ۲ - غیر مقلدین اپنی اردو بخاری ج ۱ ص ۴۶۸، باب ۴۷۴، حاشیہ ۴ کے مطابق عشرہ مبشرہ کی نام بنام رفع یدین کی دس حدیثیں، اور پچاس صحابہؓ سے نام بنام پچاس حدیثیں جو شیعوں کے قرآن کی طرح غار میں چھپی ہوئی ہیں تحریر کر دیں اور ان کی صحت

امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کے بغیر ثابت کردیں۔ ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے

سوال :- ترمذی ۵۹ ج ا میں ہے کہ متعدد صحابہ کرام ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ سوال یہ ہے کہ ان کی نمازیں درست ہیں یا باطل؟ وہ بے نمازی تھے یا نمازی؟ وہ نبی پاک ﷺ کے متبع ہوئے یا غیر متبع؟ وہ اہل حق ہوئے یا اہل باطل؟ وہ جنتی ہوئے یا دوزخی؟

سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال : سجدہ میں جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب : سجدہ کی طرف جانے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں ہیں۔ (۱) زمین پر پہلے گھٹنے رکھے جائیں، چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے (ابوداؤد ص ۱۲۲ ج ا، ترمذی ص ۳۶ ج ا، نسائی ۱۶۵ ج ا)

۲- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاہئے کہ سجدہ کرنے والا اپنے ہاتھ (زمین پر) اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے (ابوداؤد ص ۱۲۲ ج ا) نیز حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ (زمین پر) اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے، اور اونٹ کی طرح پہلے اپنے گھٹنے (زمین پر) نہ رکھے (نسائی ص ۱۶۵ ج ا) چونکہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہے اس لیے اس مسئلہ کو حل کرنے میں آثار صحابہ کو بنیاد بنایا گیا ان کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا ہے کہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا سنت ہے البتہ اگر کسی کو مجبوری ہو تو وہ اس کے برعکس پہلے ہاتھ بھی زمین پر رکھ سکتا ہے جیسا کہ دوسری قسم کی حدیث میں ہے۔

آثار صحابہ

۱- ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۴ ج ا)

۲- حضرت اسود تابعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۴ ج ا)

۳- حضرت نافعؒ سے روایت ہے ابن عمر جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵ ج ا)

۴- ابواسحاق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد جب سجدہ کی طرف جاتے ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے گرتے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵)

۵- حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو فرمایا ایسا وہی کرتا ہے جو پاگل ہو (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵ ج ا)

نوٹ : چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ دینی مسائل میں قیاس ورائے چلانا شیطان کا کام ہے اس لیے ان کو چاہئے کہ وہ شرک وشیطنت سے بچتے ہوئے صحیح مرفوع متصل حدیث سے ہر دو حدیثوں کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا واضح فیصلہ پیش کریں اور اسی حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کریں اور ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کریں۔

سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ

سوال: پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب : پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوجائیں۔ بیٹھیں نہیں۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱- حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث میں ہے پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔ اور بیٹھے نہیں (ابوداؤد ص ۱۰۷ ج ا)

۲- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نماز میں (سجدہ سے) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اہل علم کا عمل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث پر ہے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی (سجدہ سے دوسری

اور تیسری رکعت کی طرف) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو (ترمذی ص ۶۵ ج ۱)

۳- حضرت ابو مالک الاشعریؓ نے اپنی قوم کو نماز سکھائی اس میں ہے کہ آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے (مسند احمد ۳۴۳ ج ۵)

۴- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز سکھائی اس میں فرمایا پھر تو اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا (بخاری ۹۸۶ ج ۲)

۵- جلیل القدر تابعی حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴ ج ۱)

۶- عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوجاتے ہیں اور بیٹھتے نہیں (معجم طبرانی کبیر ص ۲۶۶ ج ۹، سنن کبریٰ بیہقی ص ۱۲۵ ج ۲)

۷- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴ ج ۱)

۸- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

۹- امام اعمش کہتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے دیکھا۔ سو میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدہ سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں۔ امام اعمش کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہون نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام اعمش کہتے ہیں پھر

میں نے یہ حدیث خثیمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمش کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ ثقفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوسعید خدری کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ سنن سبری بیہقی ص ۱۲۶ ج ۲

۱۰- حضرت نعمان ابن ابی عیاشؒ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک ﷺ کے بے شمار صحابہ کرامؓ کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۵ ج ۱)

۱۱- احادیث کے جامع اول امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے۔ یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتا تو وہ ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا اور بیٹھتا نہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

فائدہ: اس کے برعکس بعض روایات میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پھر کھڑے ہونے کا ذکر بھی آتا ہے چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نبی پاک ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی پس انہوں نے پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲) حضرت مالک بن الحویرث کی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری رکعت) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲، ترمذی ج ۱ ص ۶۴ بخاری ج ۱ ص ۱۱۳) چونکہ پہلی قسم کی روایات اور دوسری قسم کی روایات میں تعارض ہے لہٰذا یہ مسئلہ اجتہادی بن گیا سو اس مسئلہ کے حل میں ہم نے اپنے مجتہد امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے اور ان کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا

دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہو جانا سنت ہے البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھ کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری قسم کی روایات میں ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار، متبدن لوگ ایسا ہی کرتے ہیں نبی پاک ﷺ کا بیٹھ کر پھر اٹھنا بھی اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ مبتدن ہو گئے تھے اور ضعف بھی آگیا تھا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت معاویہؓ سے ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے رکوع، سجود میں سبقت نہ کیا کرو۔ انی قد بدنت کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں۔ نیز بخاری ج۱ ص۱۱۳ پر حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے بقول ابی قلابہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نماز رسول اللہ ﷺ پڑھ کر دکھائی تو اس میں وہ سجدہ سے اٹھ کر تھوڑی دیر بیٹھے۔ پس انہوں نے نماز پڑھی ہمارے بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کرتے کہ میں نے دوسرے حضرات کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری رکعت کے اخیر میں یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے پس آپ ﷺ کا یہ بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم اور حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اسی نماز کا نقشہ پیش کیا۔

نوٹ: - اس مسئلہ میں احادیث متضاد ہیں چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک اور دین میں رائے و قیاس شیطانی فعل ہے۔ اس لئے وہ اس شرک اور شیطنت سے بچتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔ جس میں ان روایات کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا صریح فیصلہ ہو اور اس حدیث کے صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ۔

غیر مقلدین کے عالم جناب خالد گرجاکھی صاحب نے لکھا ہے۔ بعض لوگ جلسۂ

استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے۔ (ہدایہ ج۱ ص۳۸۳، صلاۃ النبی ص۱۷۴)

اگر غیر ملقدین ھدایہ میں جلسہ استراحت کا سنت ثابتہ ہونا دیکھا دیں اور ھدایہ کی عربی عبارت تحریر کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ لوگو! کب تک قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ کھاتے رہو گے؟

سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے

سوال: سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانا کیسے ہے؟

جواب: بغیر ٹیک لگائے اٹھنا سنت ہے ٹیک لگا کر اٹھنا خلاف سنت ہے ثبوت یہ ہے

۱- حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد ص۱۴۲ ج۱)

۲- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

(ابوداؤد ج۱ ۱۲۲ ترمذی ۳۶، نسائی ۱۶۵ ج۱)

۳- حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ جب اٹھے تو اٹھے اپنے گھٹنوں کے بل اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔ (ابوداؤد ج۱ ص۱۲۲)

فائدہ: بعض حدیثوں سے زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے باب کیف یعتمد علی الا رض اذا قام من الرکعة یعنی اس بات کا بیان کہ جب نمازی رکعت سے کھڑا ہوگا تو کیسے زمین پر ٹیک لگائے گا اور آگے حدیث نقل کی کہ حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث ہماری اس مسجد میں آئے پس ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے لیکن میرا مقصود نماز نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ میں نے جیسے رسول اللہ ﷺ کو

نماز پڑھتے دیکھا ویسے تمہیں دکھاؤں ۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو قلابہ سے پوچھا ان کی نماز کیسے تھی ابو قلابہ نے کہا ہمارے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی نماز کی مانند حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ یہ شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لگا کر پھر کھڑے ہوتے ۔ جب دونوں قسم کی روایت میں تعارض ہوا تو اب آثار صحابہ و تابعین سے رہنمائی لیجائیگی ۔ اور ان آثار کی روشنی میں ان احادیث کی تشریح و توضیح کی جائے گی ۔ چند آثار یہ ہیں ۔ (۱) حضرت علی فرماتے ہیں فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی پہلی دو رکعتوں میں کھڑا ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک نہ لگائے مگر یہ کہ کوئی بہت بوڑھا ہو جو طاقت نہیں رکھتا ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۲)

۲- محمد بن سیر (سجدہ سے اٹھتے وقت) ٹیک لگانے کو ناپسند کرتے ۔

(۳) ابراہیم نخعی اس کو مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ بہت بوڑھا یا مریض ہو ۔ (////) ان آثار سے مسئلہ حل ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز پر ٹیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے ۔ البتہ اگر مجبوری ہو مثلاً بیمار، بوڑھا، بھاری بدن کا آدمی جس کو بغیر ٹیک لگا کے کھڑے ہونے میں مشقت ہو تو ایسے لوگ ٹیک لگا سکتے ہیں ۔

نوٹ : دونوں قسم کی روایات میں تعارض و تضاد ہے اور چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک اور بغیر وحی کے پیغمبر کی بات بھی ان کے نزدیک حجت نہیں تو کسی امتی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ ان متضاد روایات کا فیصلہ اور اس مسئلہ کا حل صحیح صریح مرفوع متصل میں دکھادیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں ۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے ۔

التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال: التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ کیا ہے ؟

جواب: درمیان والا قعدہ ہو یا آخری دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ

دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا ۔ ثبوت یہ ہے ۔

۱- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز ضرور دیکھوں گا ۔ سو جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھا ۔ امام ترمذی فر ماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے: (ترمذی ۶۵ ج ۱)

۲- حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایا پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے ۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰)

۳- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے ۔ (مسلم ۱۹۴ ج ۱)

۴- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (التحیات میں) اُکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں بائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھنے) سے منع فرمایا ۔

(سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۰)

(۵) حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (التحیات) میں اُکڑوں بیٹھنے سے اور تورک کرنے سے منع فرمایا ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

۶- حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اُکڑوں بیٹھنے اور تورک کر نے سے منع فرمایا ۔ (//// ص ۸۶ ج ۲)

فائدہ: - بخاری ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت ہے اس میں التحیات کے اندر بحالت تورک بیٹھنا ثابت ہے ۔ جس پر دس صحابہ کرامؓ نے شہادت دی کہ یہ نبی ﷺ کی نماز ہے چونکہ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت کے بارہ میں احادیث متعارض ہیں اس لے ان احادیث کو اور اس مسئلہ کو آثار صحابہ و تابعین کی رہنمائی میں حل کیا جائے گا ۔ چند آثار صحابہؓ یہ ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے (مصنف

ابن ابی شیبہ ۳۱۸) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ آپ نماز میں اپنی دونوں سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھ لیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۹) حضرت کعبؓ فرماتے ہیں التحیات میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کہ اس سے تیری نماز درست اور کمر سیدھی رہے گی (۔۔۔ص ۳۱۶ ج ۱) معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے۔ اور تو رکوالی روایت حالت عذر پر محمول ہیں۔ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ بھی عذر کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوں اور ظاہر ہے کہ مجبوری اور عذر کی حالت میں کوئی طریقہ متعین نہیں رہتا نمازی کے لئے جس طرح عذر کی حالت میں بیٹھنا ممکن ہو وہ اسی طرح بیٹھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق بخاری صفحہ ۱۱۴ ج ا پر ہے کہ ان کو ان کے فرزند عبداللہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں تو عبداللہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا اور اس وقت میں نو عمر تھا پس مجھے میرے والد عبداللہ بن عمر نے منع فرمایا اور فرمایا اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَ تُشَنِّى الْيُسْرٰى (بیٹا) صرف اور صرف سنت یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر رکھ میں نے کہا (ابا جی) آپ تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے یعنی یہ عذر کی وجہ سے ہے۔

نوٹ : ہم غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر سہ اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں ان متعارض احادیث اور اس مسئلہ کے بارے میں صراحتاً نبی پاک ﷺ کا فیصلہ دکھائیں اور ایک لاکھ روپیہ انعام پائیں ورنہ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی سب مقلدین کو مشرک اور دوزخی کہنے کی بدزبانی سے باز آجائیں۔

منیر احمد غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۷ھ ۲۰۰۰/۹/۶ء

آف کہروڑ پکا

غیر مقلدین کی صحبت کا انجام

غیر مقلدین کا ایک گروہ سفر حج میں جہاز پر سوار ہوا۔ اسی روز انہوں نے نماز مغرب کی جماعت کا انتظام کیا۔ میں (حبیب الرحمن شروانی) بھی جماعت میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد بارش اور ہوا کا سلسلہ شروع ہوا عشاء کی نماز ان لوگوں نے میرے کمرے میں آکر جماعت کے ساتھ پڑھی اس وجہ سے اتفاقاً ان کی جماعت میں پھر دوبارہ شرکت ہو گئی صبح کو اس کا اثر قلب پر سخت ہوا۔ میں اس انقباض (یعنی قساوت قلبی اور قلبی غفلت) کی کیفیت سے میں گھبرا گیا۔ جذب القلوب (جو تصوف اور روحانیت کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے) کے مطالعہ سے قلب میں رقت پیدا ہوئی اور اس کے اثر سے یہ کیفیت رفع ہوئی۔ پھر نماز ان کے ساتھ نہیں پڑھی۔

(سفر نامہ حج نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی ص ۱۳)

عبرت : جو لوگ غیر مقلدین کے ساتھ دوستی یا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی صحبت و مجلس میں رہتے ہیں۔ ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

❁❁❁❁

حالات حاضرہ کے پیش نظر

ردّ غیر مقلدین پر کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے (اکابر علماء)

آپ کے لئے آپ کے شہر اور علاقہ میں

- ہمہ وقت فرقہ باطلہ پر مختلف اکابر و اسلافِ امت کی تحریرات و تالیفات دستیاب کرنے والے ادارے۔
- دیوبند، دہلی، سہارنپور، لکھنؤ، تھانہ بھون۔ کی مطبوعہ کتب بھی آرڈر دینے پر کم وقت کم خرچ میں منگوا کر پیش کرنے والے ادارے۔

تحفظ سنت، تحفظ ختم نبوت وتحفظ عقائد وایمان کے لئے۔
آپ اپنے قریب ترین ادارے سے رجوع فرمائیے۔

شمس الدین بجلی قاسمی

(۱) مدرسہ عربیہ شاہ ولی اللہؒ

(بی، ایس، اے) ٹیازی روڈ، بنگلور 5

فون: 5479786

(۲) مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن

بنرگٹہ روڈ، بسم اللہ نگر، بنگلور 29

فون: 6684783